عالم اسلام

مولانا حافظ محمد اقبال رنگونی مانچسٹر

بوسنیا کے مظلوم مسلمان

اسلامی ممالک کے وزراء خارجہ کے اہم مطالبات
ایک جائزہ تبصرہ اور متفقہ لائحہ عمل

پاکستان میں اسلامی ممالک کی تنظیم کے وزراء خارجہ کی ۲۱ ویں کانفرنس نے بوسنیا کی صورت حال پر شدید تشویش کا اظہار کرتے ہوئے متفقہ طور پر اقوام متحدہ کی سلامتی کونسل سے مطالبہ کیا ہے کہ وہ اقوام متحدہ کے چارٹر کے ساتویں باب کی شق نشا کے تحت سربوں کے خلاف طاقت کے استعمال کی فوری طور پر منظوری دے۔ اس کانفرنس نے سرب فوجوں کو ہر جانب سے اسلحہ کی فراہمی پر مکمل پابندی۔ ان کے ہتھیاروں کو مؤثر بین الاقوامی کنٹرول میں دینا۔ بوسنیا کے مسلمانوں کو اپنے ذاتی دفاع کے لیے فوری طور پر اسلحہ فراہم کرنا۔ سربیا کی مکمل اقتصادی ناکہ بندی۔ اور بوسنیا کے مسلمانوں کو اس وحشیانہ مظالم سے پہنچنے والے نقصان اداکرنا بھی اپنے مطالبات میں شامل کیا ہے۔ اس کانفرنس نے تمام اسلامی ممالک سے بھی مطالبہ کیا ہے کہ وہ فوراً سابق یوگوسلادیہ سے اقتصادی اور تجارتی تعلقات منقطع کریں۔ کانفرنس نے سربوں کی جارحیت سے نمٹنے کے لیے اقوام متحدہ کی جنرل اسمبلی کا اجلاس بلانے پر بھی زور دیا ہے (روزنامہ آواز لندن ۲۸ اپریل ۹۳ء)

اس وقت یورپ کے وسط میں واقع ملک بوسنیا انتہائی تکلیف دہ مراحل سے گذر رہا ہے۔ بوسنیا کے مسلمانوں پر سربی اور کروشیائی فوجوں کی طرف سے مسلسل حملے ہو رہے ہیں۔ اقوام متحدہ کا بنایا ہوا امن پلان نیرب رہنماؤں نے مسترد کر دیا ہے۔ اور امن پلان کے کرتا دھرتا ناامید ہو کر واپس آچکے ہیں۔ ۲۷ اپریل کی صبح سے سربیا کی اقتصادی و تجارتی ناکہ بندی کے باوجود مسلمانوں پر بمباری جاری ہے۔ ان کے مکانات مسمار کیے جارہے ہیں۔ ان کی عورتوں کو بے آبرو کیا جارہا ہے۔

بوسنیا کے مسلمانوں کے خلاف سرب فوجوں کے وحشیانہ مظالم بہت کھل کر سامنے آچکے ہیں۔ برطانیہ اور اقوام متحدہ کے فوجی اپنی آنکھوں سے اس ظلم وستم کو دیکھ رہے ہیں۔ لیکن انہیں یہ حق نہیں کہ مسلمانوں کے خلاف ہونے والے اس وحشیانہ مظالم کو روک سکیں۔ مظلوم مسلمانوں کا ایک جم غفیر تیزلہ (۹ [illegible] ۲۵)

شہر میں موجود ہے یہاں کے مسلمانوں سے اقوام متحدہ نے ہتھیار لے لیے ہیں اور ان کی حفاظت کے لیے کینیڈا کے ایک سو پچاس فوجی مقرر ہیں لیکن انہیں بھی یہ حق نہیں دیا گیا کہ سرب فوجوں کے حملے کے جواب میں کوئی کاروائی کر سکیں

برطانوی اخبارات کی ایک رپورٹ کے مطابق بوسنیا کے مسلمانوں کی نشاندہی پر برطانوی فوجوں نے ایک گاؤں کا مشاہدہ کیا۔ انہیں پتہ چلا کہ پورا گاؤں تباہ کردیا گیا ہے۔ مکانات اور جانور نذر آتش کیے جا چکے ہیں۔ انہیں ایسے مکانات دیکھنے کا موقع بھی ملا جہاں مسلمان مردوں، عورتوں اور بچوں کی جلی ہوئی لاشیں تھیں۔ برطانوی فوجی سربراہ نے ان جلی ہوئی لاشوں کا مشاہدہ کیا اور بتلایا کہ باپ اور بچے کو گھر کی سیڑھیوں پر گولی کا نشانہ بنایا گیا جب کہ ماں اور دوسرے بچے کو زندہ جلا دیا گیا ہے۔ برطانوی فوجی سربراہ نے اس کا اعتراف کرتے ہوئے بتلایا کہ یہ منظر انتہائی ناقابل برداشت تھا۔ سربی اور کروشیائی فوجوں نے یہ عمل عمداً کیا ہے۔ اور جس نے بھی ایسی حرکت کی ہے وہ سخت (SWINE) بدبخت اور ذلیل و خبیث انسان ہے۔

برطانوی اخبارات اور T-V کی ان رپورٹ سے ان المناک واقعات کی جس انداز میں نشاندہی ہو رہی ہے۔ اس سے پتہ چلتا ہے کہ مسلم اقلیت کے خلاف یہ جارحیت ایک منظم منصوبے کے تحت ہو رہی ہے۔ گذشتہ دنوں اسکائی نیوز (SKY NEWS) نے اپنی (EXCLUSIVE) رپورٹ میں بتلایا کہ بوسنیا کے مسلمانوں کے خلاف سرب فوجوں کو روس کی فوجوں کی بھی حمایت حاصل ہے۔ اور کئی روسی فوجی بنفس نفیس اس جارحیت میں شامل ہیں۔ جو سرب فوجوں کو مکمل تربیت دیتے ہیں۔ روسی فوج کے ایک رہنما نے بتلایا کہ سرب فوجوں کے ساتھ ہماری معاونت کی وجہ زبان اور کلچر کا اتحاد ہے اور ہم سمجھتے ہیں کہ یہاں اسلام کے مقابلے میں سربوں کی حمایت وقت کا تقاضا ہے۔

ان حالات میں اسلامی ممالک کے وزراء خارجہ کا متفقہ مطالبہ کہ سرب فوجوں کے خلاف طاقت کا استعمال بہت ضروری ہے اور اسلامی ممالک بوسنیا کے مسئلہ پر ایک ٹھوس، جامع اور مؤثر اقدامات سے کم کسی چیز پر مطمئن نہیں ہوں گے بڑی اہمیت رکھتا ہے۔

وزراء خارجہ کا یہ اجلاس اور اس کا یہ بین الاقوامی مطالبہ ایک مؤثر مطالبہ ہے۔ امریکہ اور یورپ کی حکومتیں اسے آسانی سے نہیں ٹال سکتی۔ امریکہ کے صدر بل کلنٹن اس بات کا عندیہ دے چکے ہیں کہ حالات "طاقت کے استعمال" کی طرف جا رہے ہیں۔ برطانیہ کی سابق وزیر اعظم مسز تھیچر بھی کھلے عام کہہ چکیں کہ بوسنیا کے مسلمانوں کے خلاف یہ وحشیانہ مظالم یورپی حکومتوں کے لیے ایک لمحہ فکریہ ہیں اور یورپ کی خاموشی شرمناک ہے۔ مسز تھیچر نے مسلمانوں پر سے اسلحہ کی پابندی ختم کرنے پر بھی زور دیا۔ امریکہ کے اکثر رہنما بھی طاقت کے استعمال کو خارج از امکان قرار دینے سے گریز کرتے ہیں سابق

امریکی سیکرٹری آف اسٹیٹ مسٹر لارنس نے سی این این کو انٹرویو دیتے ہوئے بتلایا کہ سرب فوجوں کے خلاف محدود تعداد میں حملہ امریکہ کے لیے دردِ سر بن سکتا ہے ان کی رائے میں امریکہ کو چاہیئے کہ وہ ایک بڑے وسیع پیمانے پر جارحین کی قوت کو ختم کر دے ۹۳-۴-۲۷ امریکہ کے فوجی سربراہ بھی فضائی حملوں کی بھرپور کامیابی کی یقین دہانی کرا چکے ہیں۔ اور خود بوسنیا میں امن کا منصوبہ بنانے والے لارڈ اوون بھی اپنی کوششوں میں ناکامی کے بعد یہ موقف اختیار کرنے پر مجبور ہو گئے کہ سرب کے فوجی ٹھکانوں کو نشانہ بنایا جائے۔ اور یورپی حکومت اس میں مداخلت کرے۔

سوال یہ ہے کہ کیا امریکہ اور دیگر ملکوں کے رہنما سرب فوجوں کے خلاف طاقت استعمال کریں گے؟ اور ان کے فوجی ٹھکانوں کو نشانہ بنائیں گے؟ ہمارے نزدیک ان کا یہ اعلان زبانی جمع خرچ کے سوا اور کوئی معنی نہیں رکھتا اگر یہ لوگ اپنے اعلان میں مخلص ہوتے تو اقوام متحدہ سے اس کی اسی طرح منظوری لینے کی جلدی کرتے اور اسی پھرتی کا مظاہرہ کرتے جیسے عراق کے خلاف کرتے رہے۔ دنیا گواہ ہے کہ عراق نے کویت پر قبضہ کیا اور اس کے باشندوں کو ظلم و ستم کا نشانہ بنایا تو فوراً یہ طاقتیں حرکت میں آگئیں۔ ہر دو چار روز کے بعد اقوام متحدہ کا ہنگامی اجلاس ہوتا رہا۔ قراردادیں منظور ہوتی گئیں اور پوری قوت سے عراق کے فوجی ٹھکانوں کو نشانہ بنایا گیا۔ لیکن اب مسئلہ چونکہ کسی اسلامی ملک کا نہیں۔ پٹرول اور تیل کا نہیں۔ بلکہ ہم مشرب و ہم مذہب عیسائیوں کا ہے۔ اس لیے اس میں مسلسل تاخیر کی جا رہی ہے۔ اور مختلف حیلے عمل میں لائے جا رہے ہیں۔ یہ حالات صاف طور پر اقوام مغرب کی بدنیتی اور بددیانتی کی دلیل ہیں۔

برطانیہ کے وزیر اعظم جان میجر کے نزدیک طاقت کا استعمال خطرناک صورت اختیار کر سکتا ہے ان کا کہنا ہے کہ سرب کے خلاف مؤثر ہتھیار ان کی اقتصادی و تجارتی ناکہ بندی ہے۔ اگر ان کی اس رائے کے پیچھے مسلمانوں کو کچلنے کی سازش نہیں تو انصاف کیجیے کہ اب تجارتی ناکہ بندی کے باوجود مسلمانوں کی نسل کشی اور ان پر وحشیانہ مظالم میں کیوں کوئی کمی واقع نہیں ہوئی۔ کیوں ابھی تک مسلمانوں کے خون سے برابر ہولی کھیلی جا رہی ہے۔ پھر یہ بات بھی اپنی جگہ مسلم ہے کہ (۱) تجارتی ناکہ بندی میں وقت لگتا ہے اور (۲) آج کی دنیا میں خفیہ راستوں کی بھی کمی نہیں۔ جس کا معنی یہ ہے کہ تجارتی و اقتصادی ناکہ بندی اس وقت اپنا اثر دکھائے گی جب بوسنیا کے مسلمانوں کی ایک بڑی تعداد صفحہ ہستی سے مٹ گئی ہوگی۔ کیا آج کا (بقول ان کے) تہذیب یافتہ دور اس بات کا متحمل ہو سکتا ہے؟

تا تریاق از عراق آوردہ شود مار گزیدہ مردہ شود ؎

جب مر چکے تو آئے ہمارے مزار پر   پتھر پڑیں صنم ترے ایسے پیار پر

اقوام متحدہ کے کٹر عیسائی سیکرٹری جنرل بطروس غالی کا کام سوائے کاغذی قرار دادوں کے اور کچھ نہیں۔ ان سے جب بھی طاقت کے استعمال پر تبصرے کے لیے پوچھا گیا تو انہوں نے اسے خارج از امکان ہی قرار دیا۔ اور عوام کی توجہ ہٹانے کے لیے انگولا صومالیہ۔ آذر بائیجان کے مسائل دلیل میں لاتے رہے کہ ہمیں صرف بوسنیا کے مسلمانوں کو نہیں دیکھنا بلکہ ان علاقوں کے لوگوں پر بھی توجہ دینی ہے۔ اور ان کے لیے بھی فکر کرنی ہے۔ گویا موصوف کے نزدیک بوسنیا کے حالات کوئی اتنے اہم نہیں کہ اس پر کچھ غور کیا جائے اور فوری طور پر مؤثر قدم اٹھایا جائے۔ موصوف کے انہی اقدامات اور برسرعام اعلانات نے سرب رہنماؤں کے جارحانہ حوصلے میں مزید تقویت پیدا کی ہے۔ اور مسلم اقلیت کے خلاف یہ طوفان بدتمیزی برپا کرنے کی کھلے عام چھٹی مل گئی ہے۔ موصوف کا یہ تجاہل عارفانہ ہر عاقل بخوبی سمجھ سکتا ہے۔

ہم جانتے ہیں کہ اسلامی ممالک کے وزراء خارجہ کو بہ بخوبی علم ہے کہ ان کے یہ مطالبات فوری طور تو تسلیم نہیں کیے جائیں گے، کیونکہ ان کی اپنی اتنی قوت نہیں کہ امریکہ اور یورپ پر اثر انداز ہو سکیں۔ نہ اسلامی ممالک کے درمیان وہ اتفاق و اتحاد ہے کہ جس کی بناء پر دیگر اقوام سے دو ٹوک بات کی جائے۔ اس لیے ہم سب سے پہلے اسلامی حکمرانوں سے پرزور درخواست کرتے ہیں وہ اپنے درمیان اتحاد و اتفاق کی وہ فضا پیدا کریں اور ایک ایسی قوت بن کر ابھریں کہ دوسری قوموں کو ان کا موقف بآسانی مسترد کرنے کی جرأت نہ ہو سکے۔ لیکن اس وقت جس اتفاق رائے سے مطالبہ کیا گیا ہے کم از کم اسے تو پوری جرأت کے ساتھ پوری دنیا کے سامنے رکھیں۔ اس کی منظوری کے لیے جدوجہد کریں۔ عیش پسندی اور آرام طلبی کے جملہ ذرائع بتدریج کمزور کریں۔ اقوام متحدہ پر دباؤ ڈالیں۔ اور ان تمام قرار دادوں کو عملی جامہ پہنائیں۔ یہی ایک راستہ ہے جس سے بوسنیا کے مسلمانوں کے جان و مال عفت و عصمت اور ان کے گھروں کی حفاظت ہوگی۔ اور بوسنیا کے مظلوم مسلمانوں کو سر اٹھا کر چلنا نصیب ہوگا۔ ؎

نہیں اقبال ناامید اپنی کشت ویران سے
ذرا نم ہو تو یہ مٹی بڑی زرخیز ہے ساقی

بقیہ ص ۲۱ سے

راستہ سے آجائیں۔ اپنے طریق کار کو مناسب طریقہ سے ان کے سامنے اکثر و بیشتر پیش کرتے رہنا چاہیئے۔ لیکن اس طرح نہیں کہ اس میں دین کے دوسرے کاموں اور دینی و اصلاحی مساعی کی نفی اور تحقیر ہوتی ہو اور اخلاص سے کام کرنے والوں کی ہمت شکنی ہوتی ہو۔